بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

پاکستانی قوم اس وقت جس مایوسی اور بد دلی کا شکار اور مسائل و مشکلات میں گرفتار ہے اس کا اندازہ صرف اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ ملک کے ہر باسی کی زبان پہ ایک ہی سوال ہے اور وہ یہ کہ پاکستان باقی بھی رہے گا کہ نہیں ؟

اس مایوسی اور بد دلی کی ایک وجہ تو سقوطِ مشرقی پاکستان اور ہندوستان کی وہ فتحیابی ہے جو اسے ۱۹۷۱ء میں حاصل ہوئی جبکہ اس سے کچھ عرصہ پیشتر اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور ماضی کی ساری روایات اس کے برعکس تھیں۔

دوسری بڑی وجہ ایک ایسی قومی قیادت کا فقدان ہے جو قوم کے اس زخم کے اندمال کی کوشش کرتی اور نئے سرے سے اس کے اندر جذبہ حب الوطنی قومیت اور مملکت کے نظریۂ اساسی پر ایمان پیدا کرتے ہوئے اس کے اندر اس قوت و طاقت اور ولولہ و جوش کو انگیخت کر سکتی جو اسے نہ صرف مشرقی پاکستان اور مغربی سرحدوں کا انتقام لینے کی صلاحیت بخش دیتے بلکہ آئندہ کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہو سکتی، اس لیے کہ ایسے مؤثر (CRiSiS) کبھی تو قوموں کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیتے ہیں اور کبھی انہیں زندگی جاوید عطا کر دیتے ہیں۔

لیکن ہماری بد قسمتی کہ ہمیں ان انتہائی نازک لمحات میں ایسی قیادت میسر آئی جو کہ ہمارے جذبۂ ملّی کو ابھارنے اور ہمیں ہماری کوتاہیوں پر مطلع کرنے اور ان سازشوں کو بے نقاب کرنے کی بجائے جن کی وجہ سے ہمیں یہ روزِ بد دیکھنا پڑا، الٹا ہمیں لوریوں سے بہلانے اور تھپکیوں سے سلانے میں منہمک ہو گئی اور بجائے اس بات کے کہ وہ ہمیں سابقہ کمزوریوں سے آشنا بناتے ہوئے موجوں سے کھیلنے اور طوفانوں سے الجھنے

کا درس دیتی اس نے ہمیں ساحلوں اور کناروں پر ہی خوفزدہ کرنا شروع کر دیا اور قوم کے دل و دماغ میں یہ راسخ کرنا چاہا کہ وہ فیصلہ کن شکست کھا چکی اور آخری بازی ہار چکی ہے۔ اب اسے رقص و مے ناب میں غرق ہو کر پرانی تلخیوں کو فراموش اور باہم شیر و شکر ہو کر رہنا چاہیئے جبکہ اسے اس کی بھی خبر نہیں کہ فاتح اور مفتوح، غالب اور مغلوب باہم دگر شیر و شکر نہیں رہ سکتے کہ اس کے لیے برابری شرط ہوتی ہے۔

اور پھر اس قوم کے ساتھ جو ہر زمانے میں مسلمانوں کو شودر سمجھتی اور ان کے کلچر، ان کی تہذیب اور ان کے تمدن کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتی رہی اور جن کے سینوں میں آج بھی ہند میں مسلمانوں کے دورِ اقتدار کی یادیں جلن اور گھٹن پیدا کرنے کا سبب ہوں کہ جو صرف مسلمانوں کی مکمل تباہی و بربادی ہی سے ختم ہو سکتی ہے، اور اسی بنا پر تو ہندو ریڈیو جنگ دسمبر کو اپنی فتح کے نقارے بجاتے ہوئے یہ اعلان کر رہا تھا کہ اب برصغیر سے مسلمانوں کے بھاگنے کا صرف وہی راستہ باقی رہ گیا ہے جس راستے سے سکندرِ اعظم فرار و پسپا ہوا تھا۔

اس موقع پر اور اس کے بعد پاکستان میں بسنے والی امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اگر مہمیز لگائی جاتی اور اس کے جذبۂ حریت و آزادی کو آنچ دی جاتی، اسے ان عصمتوں کے کٹنے، آبروؤں کے لٹنے اور عزتوں کے پٹنے کا احساس دلایا جاتا جن کی چتا مشرقی پاکستان اور مغربی سرحدوں پر روشن ہوئی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آج پھر مانک شاہ ہمیں سبق سکھانے کی دھمکیاں دیتا اور جگ جیون رام ایک اور فیصلہ کن لڑائی کے نعرے بلند کرتا، اور نہ ہی کسی اور بڑی طاقت کو یہ جرأت ہوتی کہ وہ اپنے ارادے ہمیں املا (DICTATE) اور اپنے فیصلے ہم پر مسلط کرتی اور سرتابی کی صورت میں سرکوبی کی دھمکیاں دیتی۔

یہ ایک کھلا راز ہے کہ پاکستان جغرافیائی طور پر مختلف بڑی اور باہم متصادم طاقتوں کے مفادات کے علاقہ میں واقع ہے اور ہر بڑی طاقت اسے اپنے عزائم کی آماجگاہ اور اپنے مقاصد کی جولانگاہ بنانے میں کوشاں ہے اور کچھ "اپنوں" کی ریشہ دوانیاں اور بیگانوں کی ستم رانیاں اس کے سوا ہیں۔ ایسی حالت میں صرف وہی قوم سرخرو اور

ان مشاکل سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے جو اپنی آزادی، عزت اور زندگی کے لیے موت کا نذرانہ دینے کا حوصلہ و ہمت رکھتی ہو اور جو کشاکشِ زیست سے راہِ فرار نہیں بلکہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانا جانتی ہو، اور یہ تبھی ممکن تھا اور جبھی ممکن ہے جب کہ قوم کی قیادت ان ہاتھوں میں ہو جو قوم کو ایک قوم ہونے کا احساس دلا کر انہیں پنجابی، بلوچی، سندھی اور پٹھان ایسی جدولوں نالوں اور نہروں سے نکال کر مسلمان اور پاکستان ایسے دریا و سمندر کی صورت میں مجتمع کرے اور انہیں نکبت و افلاس اور ذلت و شکست خوردگی پر قناعت کا درس دینے کی بجائے برخیز و برہم زن اور رستاخیز کا سبق دے سکے، وہ کہ اقبال کی زبان میں :-

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ راست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان پہ چڑھا کر تجھے تلوار کرے

اس کے بغیر نہ ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ ہماری مایوسی ہمہ گیر مایوسی اور دل شکستگی ختم ہو سکتی ہے کہ مستقبل صرف انہی کا روشن ہے جو اس کے چراغ میں اپنے لہو کا تیل اور اپنے جگر گوشوں کی بتیاں جلاتے ہیں اور جو شدائد و مصائب کی تیرہ و تاریک آندھیوں کا علاج چشم پوشیدگی میں ڈھونڈتے ہیں اندھیارے ان کا مقدر بن کر رہ جاتے ہیں، نہ جانے ہمیں ایسا قائد کب میسر ہو گا اور قوم ایسے قائد کی کب متلاشی بنے گی؟ ——